مولانا افتخار تبسم نعمانی ☆

مسئلہ طلاق ثلاثہ اور فقہائے امت

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک دفعہ تین طلاقیں دے دے تو کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ اس مسئلے میں علمائے اہل سنت میں ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے۔ جمہور علما کے نزدیک یہ فعل (بیک وقت تین طلاق دینا) حرام ہے، تاہم اگر کسی نے ایسا کیا تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اس کے برعکس فقہا اور محدثین کی ایک قابل لحاظ تعداد اس کی قائل ہے کہ اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ تمام اہل علم ہمیشہ سے اس مسئلے کو ایک اختلافی مسئلے کے طور پر نقل کرتے آئے ہیں اور کسی نے اس پر اجماع کا یا اس میں اختلاف کی گنجایش نہ ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ اکابر اہل علم کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

امام طحاوی حنفیؒ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> فذهب قوم الى ان الرجل اذا طلّق امراته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة اذا كانت فى وقت سنّته وذلك ان تكون طاهرا فى غير جماع واحتجّوا فى ذالك بهذا الحديث (شرح معانی الاثار ج۲ ص ۳۵)
>
> ’’ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ مرد جب اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی جبکہ وقت سنت میں یعنی اس وقت دی گئی ہو کہ عورت پاک ہو اور اس سے ہم بستری نہ کی گئی ہو اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔‘‘

امام صاحب کی مراد صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ، عہد صدیقیؓ اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔

امام عینی حنفیؒ لکھتے ہیں:

> وفيه اختلاف فذهب طاوس و محمد بن اسحاق والحجاّج بن ارطاة والنخعى وابن مقاتل والظاهرية الى ان الرجل اذا طلق امراته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة ،واحتجّوا بحديث ابى الصهباء

☆ چاہ عمر، کہروڑ لعل عیسن، ضلع لیہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰، ص ۲۳۳ طبع جدید مصر)

''اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ امام طاوس، محمد بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ نخعی، محمد بن مقاتل اور ظاہریہ اس طرف گئے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی شمار ہوں گی اور انہوں نے مسلم شریف کی حدیث ابی الصہباءؒ سے استدلال کیا ہے۔''

امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں:

قد اختلف العلماء فیمن قال لامراته انتِ طالق ثلاثا ..... وقال طاؤس وبعض اهل الظاهر لا یقع بذلك الّا واحدة وهو روایة عن الحجّاج بن ارطاة ومحمد بن اسحاق۔ (شرح صحیح مسلم، ج ۱۰، ص ۷۰)

''اس میں اختلاف ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے کا کیا حکم ہے..... اور امام طاوس (تابعی) اور بعض اہل ظاہر اس کے قائل ہیں کہ اس طرح ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور یہی حجاج بن ارطاۃؒ اور محمد بن اسحاق بن یسار المدنیؒ سے مروی ہے''۔

امام رازی شافعیؒ لکھتے ہیں:

ثم القائلون بهذا القول اختلفوا علی قولین، الاوّل وهو اختیار کثیر من علماء الدین انه لو طلقها اثنین او ثلاثا لا یقع الّا الواحدة وهذا القول هو الاقیس لان النهی یدل علی اشتمال المنهی عنه علی مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلك المفسدة فی الوجود وانه غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۱۰۳، طبع جدید)

''پھر اس قول کے قائلین میں اختلاف ہو گیا اور ان کے دو قول ہیں۔ ایک قول جو بہت سے علمائے دین کا اختیار کردہ ہے، یہ ہے کہ اگر اس نے بیک وقت دو یا تین طلاقیں دیں تو صرف ایک واقع ہوگی۔ اور یہی قول قیاس کے زیادہ موافق ہے کیونکہ کسی چیز کی ممانعت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ممنوع چیز میں فساد اور خرابی کا پہلو غالب ہے، جبکہ تین طلاقوں کو واقع مان لینے سے اس مفسدہ اور خرابی کو وجود میں لانے کی کوشش ہے جو جائز نہیں، لہٰذا عدم وقوع (یعنی بیک وقت تین طلاقوں کے نہ ہونے) کا حکم لگانا واجب اور ضروری ہے۔''

امام فخر الدین رازیؒ کے اس بیان سے دو باتیں واضح ہوئیں۔ ایک یہ کہ یہ مسلک زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ مسلک شاذ مسلک نہیں بلکہ بہت سے علمائے دین کا اختیار کردہ ہے۔

قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی اندلسیؒ لکھتے ہیں:

جمهور فقهاء الامصار علی ان الطلاق بلفظ الثلاث حکمه حکم الطلقة الثالثة وقال اهل الظاهر وجماعة حکمه حکم الواحدة ولا تاثیر للفظ فی ذالك (بدایۃ المجتہد ج ۲، ص ۶۱)

''جمہور فقہاے امصار کا کہنا یہ ہے کہ تین کے لفظ سے جو طلاق دی جائے گی، اس کا حکم تیسری طلاق کا ہے، جبکہ اہل ظاہر اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اس کا حکم ایک طلاق کا حکم ہے اور تین کا لفظ یہاں غیر موثر ہے۔''

اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

کانّ الجمھور غلبوا حکم التغلیظ فی الطلاق سدّا للذریعة ولکن تبطل بذلك الرّخصة الشرعیّہ والرفق المقصود ۔

''جمہور نے اس صورت میں گویا سد ذریعہ کے طور پر سختی کے پہلو کا زیادہ لحاظ رکھا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے وہ شرعی رخصت اور سہولت اور نرمی فوت ہو جاتی ہے جو کہ مطلوب ہے۔''

یعنی بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کر لینے سے وہ رخصت وسہولت ختم ہو جاتی ہے جو متعدد ومتفرق مواقع پر دینے میں ہے۔ اس سے قاضی ابن رشدؒ کا اپنا رجحان بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں کا حکم ایک ہی طلاق کا ہونا چاہیے تا کہ شرعی رخصت وسہولت باطل نہ ہو۔

امام قرطبیؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں آیت کریمہ 'الطلاق مرّتن' کے تحت لکھتے ہیں:

ذکر احمد بن محمد بن مغیث الطلیطلیّ ھذہ المسئلة فی وثائقه ثم اختلف اھل العلم بعد اجماعھم علی انه مطّلِق کم یلزمه من الطلاق، فقال علی بن ابی طالب وابن مسعودؓ یلزمه طلقة واحدة وقاله ابن عباسؓ، ... و قال الزّبیرؓ بن العوامّ وعبد الرحمن بن عوفؓ وروینا ذلك کله عن ابن وضّاح وبه قال من شیوخ قرطبة ابن زنباع شیخ ھدی ومحمد بن تقی بن مخلد ومحمد بن عبد السلام الحسنی فرید وقته وفقیه عصرہ واصبغ بن الحباب وجماعة سواھم (الجامع لاحکام القرآن، ج ۳، ص ۱۲۹، ۱۳۲، طبع مصر)

''اور امام احمد بن محمد بن مغیث طلیطلی اندلسی نے یہ مسئلہ کتاب الوثائق میں ذکر کیا ہے۔.... پھر اہل علم اس بات پر اجماع کے بعد کہ طلاق بدعت واقع ہو جائے گی، اس میں مختلف الرائے ہوئے کہ کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔ تو حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک طلاق کو واقع مانتے ہیں اور یہی بات حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمائی ہے اور یہی رائے حضرت زبیر بن عوّام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے۔ یہ سب باتیں ہم نے امام محمد بن وضّاح سے نقل کی ہیں، اور یہی موقف شیوخ قرطبہ میں سے ابن زنباع شیخ ہدی، محمد بن تقی بن مخلد اور یگانہ روزگار وفقیہ دوراں محمد بن عبدالسلام الحسنی اور اصبغ بن حباب اور ان کے علاوہ ایک جماعت کا ہے۔''

مشہور مفسر اور نحوی امام ابوحیّان 'الطلاق مرّتن' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد دوالگ الگ اور متفرق اوقات میں طلاق دینا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ 'الطلاق مرّتن' سے میرے دل میں ہمیشہ یہی بات آتی ہے کہ طلاق دینے والا مرد اگر ایک مجلس اور ایک وقت میں دو یا تین طلاقیں دے تو ایک ہی طلاق واقع

ہونی چاہیے۔(البحر المحیط ،ص ۱۹۲، ج ۲)

امام نظام الدینؒ نیشاپوری اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم من ھولاءِ من قال لو طلقھا ثنتين او ثلاثا لايقع الاّ واحدة وھذا ھو الاقيس واختاره كثير من علماء اھل البيت لان النھی يدل علی اشتمال المنھی عنه علی مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلك المفسدة فی الوجود (تفسیر نیشابوری علیٰ ہامش ابن جریر ص ۳۶۱ ج ۲)

’’پھر ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے کہا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینے کی صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے اور اسے کثیر علماے اہل بیت نے اختیار کیا ہے کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے مفسدے اور خرابی پر مشتمل ہے اور بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کر لینا اس مفسدے اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حنبلی لکھتے ہیں:

وقد ثبت فی الصحيح عن ابن عباسؓ عنھما قال كان الطلاق علی عھد رسول اللهﷺ وابی بكرؓ وصدرا من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة وثبت ايضا فی مسند احمد انّ ركانة بن عبد يزيد طلق امراته ثلاثا فی مجلس واحد فقال النبیﷺ ھی واحدة ولم يثبت عن النبیﷺ خلاف ھذه السنة بل ما يخالفھا اماّ انه ضعيف بل مرجوح واما انه صحيح لا يدل علی خلاف ذلك كما قد بسط ذلك فی موضعه والله اعلم۔(فتاویٰ ج ۳ ص ۸۶)

’’مسلم شریف کی صحیح حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہﷺ کے عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک ہی سمجھی جاتی تھیں۔اور مسند احمد کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ نے اپنی بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں لیکن نبیﷺ نے فرمایا کہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے۔ نبیﷺ سے اس سنت کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہے۔اس کے خلاف جو کچھ مروی ہے، وہ یا تو ضعیف بلکہ مرجوح ہے، اور یا صحیح ہے لیکن اس سے اس کے خلاف بات ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم۔‘‘

امام حافظ ابن قیم حنبلی نے اپنی کتب اِغاثۃ اللھفان، زاد المعاد اور اعلام الموقعین میں طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر بہت مفصّل، جامع اور مدلّل گفتگو کی ہے۔ چنانچہ اجماع صحابہؓ کی نسبت حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق دونوں طرح کی روایات ہیں۔بعض میں ہے کہ وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے تھے اور بعض روایات میں اس کے برعکس یہ ہے کہ وہ طلاق مغلظ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، لیکن حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، طاؤس، محمد بن اسحاق، فلاس بن

عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی اوران کے اکثر اصحاب، بعض اصحاب مالک، بعض اصحاب حنفیہ اور بعض اصحاب احمد بن حنبل ان سب کا فیصلہ یہ تھا کہ طلاق ثلاثہ کا حکم ایک طلاق کا ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۲، ص ۱۴ تا ۳۲)

اغاثۃ اللہفان میں لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک تو وہی جو مشہور ہے۔ دوسری یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہیں، جیسا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ) کے تلمیذ رشید امام محمد بن مقاتل الرازی الحنفیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے۔ (ص ۱۵۷، طبع مصر)

امام مازریؒ نے بھی اپنی کتاب ''المعلم'' میں محمد بن مقاتل حنفیؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ طلاق ثلاثہ جو ایک ساتھ ہوں، وہ ایک رجعی طلاق کے حکم میں ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام حافظ ابن حجر صحیح بخاری کے ''باب من جوّز الطلاق الثلاث'' (جس نے تین طلاق کو جائز قرار دیا) کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وفی الترجمة اشارة الی انّ من السلف من لم یجز وقوع الطلاق الثلاث
(فتح الباری ج ۹ ص ۲۸۹)

''اس عنوان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلف میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تین طلاق کے وقوع کو جائز قرار نہیں دیتے۔''

اس رائے پر اعتراض نقل کرکے اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

الرابع انه مذهب شاذ فلا یعمُل به واجیب بانهّ نقل عن عليٍّ وابن مسعودؓ وعبد الله بن عوفؓ والزبیرؓ مثله نقل عنه ذلك ابن مغیث فی کتاب الوثائق له وعزاه لمحّمد بن وضاّح ونقل الغنوّی ذلك عن مشائخِ قرطبة کمحمد بن تقی بن مخلد ومحمد بن عبد السلام الحسینیؒ وغیرهما ونقله ابن المنذرعن اصحاب ابن عباسؓ کعطاء وطاوس وعمر وبن دینارٍ ویتعّجب من ابن التیّن حیث جزم بانّ لزوم الثلاث لا اختلاف فیه و انما الاختلاف فی التحریم مع ثبوت الاختلاف کما تری۔ (فتح الباری، جلد ۹، ص ۲۹۰)

''چوتھی بات یہ کہی گئی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق کے ایک ہونے کی بات شاذ مسلک ہے، اس لیے اس پر عمل نہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رائے حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ سے منقول ہے۔ اسے ابن مغیث نے اپنی کتاب الوثائق میں نقل کی ہے اور اسے امام محمد بن وضاّح کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور غنوی نے اس مسلک کو قرطبہ کے مشائخ کے ایک گروہ مثلاً محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبد السلام الحسینیؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور ابن المنذر نے اسے حضرت عبداللہ ابن عباس عنہما کے اصحاب مثلاً عطاء، طاؤس، اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ اور ابن التین پر حیرت ہے کہ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ تین طلاق کے لازم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ اختلاف صرف اس کے حرام ہونے میں ہے، حالانکہ جیسا

کہ تم دیکھ رہے ہو، تین طلاق کے لازم ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف ثابت ہے''۔

محدث شہیر امام شوکانیؒ نے مذکورہ اہل علم کے علاوہ یہی مسلک جابر بن زید، ہادی، قاسم، باقر، ناصر، احمد بن عیسیٰ، عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام زید بن علی بن حسینؓ کا بھی نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار جلد ۶ ص ۲۴۵)

مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:

والقول الثانی انه اذا طلق ثلاثا تقع واحدة رجعية وهذا هو المنقول عن بعض الصحابة وبه قال داود الظاهری واتباعه وهو احد القولین لمالک ولبعض اصحاب احمد (عمدۃ الرعایہ ج ۲ ص ۷۱ مطبع انوار محمدی لکھنو)

''(اس مسئلے میں اختلاف ہے) اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب ایک ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو ایک رجعی طلاق ہوگی۔ اور یہ رائے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور اسی کے قائل امام داؤد ظاہریؒ اور ان کے اتباع ہیں۔ اور ایک قول کے مطابق یہی مذہب امام مالکؒ اور امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کے بعض اصحاب کا ہے۔''

مفتی اعظم قطر علامہ شیخ عبداللہ بن زید آل محمود، شیخ الازہر علامہ شیخ محمود شلتوت مرحوم (الفتاویٰ ص ۳۰۶)، علامہ سید رشید رضا مصریؒ (تفسیر 'المنار' ج ۹ ص ۶۸۳) اور عہد حاضر کے جلیل القدر عرب عالم اور مفسر شیخ جمال الدین قاسمی (الاستیناس لتصحیح انکحة الناس) طلاق کے مسئلہ پر نہایت مفصل گفتگو کے بعد یہی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ جو تین طلاقیں بیک دفعہ دی جائیں، ان سے ایک طلاق رجعی ہی واقع ہوگی۔

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ حسب ذیل ہے:

''اس مسئلہ میں درست بات یہ ہے کہ اگر مرد ایک کلمہ سے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی، جیسا کہ امام مسلمؒ نے اہل علم کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے، اور کئی دوسروں نے بھی اس بات کو اختیار کیا ہے اور امام محمد بن اسحاق صاحب السیرۃ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی یہی بات اختیار کی ہے۔''

علمائے دیوبند میں سے مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، مولانا محمد محفوظ الرحمٰن قاسمی اور مولانا عمر احمد تھانویؒ بھی طلقات ثلاث بیک مجلس کو ایک طلاق رجعی قرار دیتے ہیں۔ علمائے بریلی میں سے جسٹس پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ بھی علمائے مصر اور علمائے جامع ازہر کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنے کو ارجح قرار دیتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا موقف اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے اختیار کیا ہے۔ اصول فتویٰ کی رو سے اگر کوئی رائے ائمہ اربعہ نے اختیار نہ کی ہو لیکن وہ ضرورت اور مصلحت کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہو تو اس پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ بحر العلوم عبدالعلی حنفیؒ 'التحریر لابن الہمام' کی شرح میں فرماتے ہیں:

واما المجتهدون الذين اتبعوهم باحسان فكلهم سواء فی صلاحهم فان

وصل فتوىٰ سفيان بن عيينةؒ او مالك بن دينار يجوز الاخذ به كما يجوز الاخذ بفتوىٰ الائمة الاربعة الّا انه لم يبق عن الائمة الاخرين نقل صحيح الا اقلّ القليل ولذا منع من التقليد ايّاهم فان وجد نقل صحيح منهم فى مسئلة فالعمل به والعمل بفتوىٰ الائمة الاربعة سواء۔

''وہ مجتہدین جو صحابہ کرام کے اچھے پیرو ہیں، وہ سب کے سب صلاحیتِ تقلید میں برابر ہیں (یعنی ائمہ اربعہ علیہم الرحمہ کی تخصیص نہیں) اگر سفیان بن عیینہؒ یا مالک بن دینارؒ کا فتویٰ مل جائے تو اس پر بھی اسی طرح عمل کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ ائمہ اربعہ کے فتوے پر عمل کرنا جائز ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر ائمہ کے اقوال نقل صحیح کے ساتھ کم تر ہی مہیا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کی تقلید سے روکا ہے، تاہم اگر کسی مسئلے میں نقل صحیح کے ساتھ ان کی رائے مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور ائمہ اربعہ کے فتوے پر عمل کرنا دونوں برابر ہیں۔''

فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت میں بھی بحر العلومؒ نے یہی بات تحریر کی ہے۔ (ص ۶۳۰، طبع نول کشور ۱۸۷۸ء)

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں امام محمد رحمہ اللہ کی امالی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی فقیہ کو طلاق بتہ دے دے اور اس کے نزدیک طلاق بتہ سے مراد طلاق ثلاثہ ہو، لیکن کوئی قاضی یہ فیصلہ کر دے کہ طلاق رجعی ہوئی ہے تو طلاق دینے والے فقیہ کے لیے جائز ہے کہ اپنے مسلک کے برخلاف قاضی کے فتوے پر عمل کرے اور اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ (ج ۱، ص ۳۹۰)

مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (م ۱۳۰۴ھ) نے اسی اصول پر حسب ذیل فتویٰ دیا ہے:

''اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاقیں ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تو کسی اور امام کی تقلید کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوج مفقود اور عدّت ممتدّ ۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورۃ قول امام مالکؒ پر عمل کر لینے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ ''ردّ المحتار'' میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔''

(مجموعہ فتاویٰ ص ۳۴۷)

مفتی حبیب المرسلینؒ (دار الافتاء مدرسۃ امینیہ دہلی) فتویٰ دیتے ہیں:

''بوجہ شدید ضرورت اور خوف مفاسد اگر طلاق دینے والا ان بعض علما کے قول پر عمل کرے گا جن کے نزدیک اس واقعہ مرقومہ میں ایک ہی طلاق ہوتی ہے تو وہ خارج از مذہب حنفی نہ ہوگا، کیونکہ فقہاے حنفیہ نے بوجہ شدّت ضرورت کے دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کو جائز لکھا ہے۔'' (بحوالہ الجواہر العالیہ، الاعظمی مدظلہ)